© rasailojaraid.com

اسرارِ اسراء کا تجزیاتی مُطالعہ
قرآن و حدیث کی روشنی میں

تحریر ——————— مرزا انتظام الدین جام

واقعہ معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا محیر العقول واقعہ ہے۔ جس پر علمائے اسلام کی آراء مختلف ہیں لیکن اختلاف بنیادی کا نہیں نوعیت کا ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم بالشان موضوع ہے جس پر ہمارے مذہبی ادب میں بہت کچھ خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ علمائے سلف سے لے کر دورِ حاضر کے محققین تک شاید ہی کوئی ایسا در تورِ اعتناء عالم ہو جس کے قلم کی زد سے یہ موضوع بچ گیا ہو۔ ہر ایک نے اپنی علمی لبساط کے تحت اس کی توضیح کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس واقعہ کی اصل حقیقت کوئی درک نہ کرا سکا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اس واقعہ کی توضیح صوفیانہ انداز میں کی ہے اور بڑی حد تک اس کی حقیقت اجاگر کی ہے۔ لیکن باوجود وسعتِ مشکور ان کی توضیحات میں کچھ اشکال موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ سید سلیمان ندوی "سیرۃ النبی" جلد سوم میں جب واقعہ معراج پر مبسوط بحث کرتے ہیں تو حضرت شاہ ولی اللہ کا قول اقتباس کرنے سے قبل لکھتے ہیں۔ "شاہ صاحب کے متعلق معلوم ہے کہ وہ دیگر اہلِ باطن کی طرح عالمِ برزخ اور عالم مثال تام، عالمِ جسد اور عالمِ روح کے درمیان ایک تیسرے عالم کے قائل ہیں۔ جہاں جسم پر روح کے خواص طاری ہوتے ہیں۔ اور روح اپنی خصوصیت اور مناسبت کے مطابق جسمانی شکل و صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ شاہ صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ معراج بیداری میں اور جسم کے ساتھ ہوئی لیکن یہ عالم برزخ کی سیر تھی جہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسم پر روحانی خواص طاری کیے گئے۔ اور معانی و واقعات مختلف اشکال و صور میں مشاہدے کرائے گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چونکہ ایک بیگانہ کے لیئے اس نا دیدہ شہرستان کی ہو بہو تشریح اپنی زبان میں مشکل ہے اس لیے ہم اس ملک کے ایک سیاح کا بیان نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ (صفحہ ۴۲)

حال ہی میں کراچی سے جماعت سالکین آغائیہ، مرتضویہ نے ایک کتاب شائع کی ہے جو اسی موضوع پر ہے اور جس کا عنوان "اسرار اسرا" ہے۔ حضرت ڈاکٹر مرزا افتخار حسین تادری، چشتی، نیازی۔ نظامی، آغائی، مرتضوی کی تالیف ہے۔ موصوف بہ اعتبار پیشہ معالج ہیں۔ لیکن حقیقۃً سالکِ راہ طریقت ہیں۔ آپکا تعلق جبلپور (ہند) کے آغائی اور مرتضوی خانوادے سے ہے۔ آپ راہ طریقت کے ایک بطل جلیل حضرت شاہ میرزا آغا محمد نیازی، نظامی لکھنوی ثم جبلپوری کے نبیرہ ہیں۔ جن کی درگاہ آج بھی جبلپور میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت میرزا افتخار حسین صاحب حضرت قبلہ آغا محمد صاحب جبلپوری کے پسر ارشد اور سجادہ نشین قبلہ میرزا مرتضیٰ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلف ارجمند اور سجادہ نشین ہیں جو کراچی جیسے دارالفتن میں گوشہ گیر ہو کر آغائی اور مرتضوی شمع رشد و ہدایت فروزاں کیے ہوئے ہیں۔ اور سینکڑوں طالبانِ حق کی راہنمائی کا سامان فراہم کر رہے ہیں

مولف کتاب کا یہ ہلکا سا خاکہ اس لیے پیش کیا گیا کہ کتاب کے موضوع کی گراں باری کے تحمل میں مؤلف کی سطح ذہنی کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ مؤلف کا علم محض کتابی نہیں بلکہ علم سینہ سے بھی مالا مال ہے۔ لہٰذا وہ اپنے موضوع سے انصاف کر سکتے ہیں اور کما حقہ خوب کیا ہے۔

صاحب کتاب نے معراج کے معنوی پہلو کو اپنی فکر کی بنیا د بنا کر واقعہ معراج کی توضیح اور تشریح کی ہے اپنی کتاب کے پیش لفظ میں فرماتے ہیں "معراج پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں، ہزاروں مضامین ضابطہ تحریر میں آئے اور ہر سال اخبارات و رسائل میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ دنیا کی شاید ہی کوئی زبان ایسی ہو جس میں اس واقعہ پر تفصیلی روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ ان لکھنے والوں میں جید علماء، مشائخ، مستند اہل قلم اور دانشورانِ ملت بلکہ دیگر اقوام کے اہل قلم حضرات بھی شامل ہیں۔ یہ سب ہمارا قیمتی دینی سرمایہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان سب قد آوروں کی محفل میں مجھ ایسے کوتاہ قد نے شامل ہونے کی کیوں کر جرات کی اور کیوں ضرورت محسوس کی کہ اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود اس وسیع میدان میں قدم رکھوں۔ وجہ یہ ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ زیادہ تر آپؐ کی ظاہری حیثیت پر لکھا گیا ہے کہ آپؐ کے اخلاق و عادات آپؐ کے سیرت و کردار، آپؐ کی مدنی و عسکری زندگی، آپؐ کا معاشی و معاشرتی طرزِ عمل، غرض کہ حیاتِ مبارکہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو ضبطِ تحریر میں نہ آیا ہو اور یہ سب عالمِ انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے اور قیامت تک بھٹکی ہوئی اور پیاسی روحوں کے لیے وجہِ آسودگی، معراج پر بھی زیادہ تر تحریریں ظاہری کیفیات و واردات پر مبنی ہیں۔ حضورؐ کی باطنی حقیقت اور معراج کے داخلی مضمرات پر بہت کم لکھا گیا ہے اور یہ پہلو میرے خیال میں ہنوز تشنۂ تشریح ہے۔ (ص ۸)

حقیقۃً اس کتاب کی یہی اہم اور نمایاں خصوصیت ہے جو صاحبِ کتاب کو انفرادی مقام عطا کرتی ہے۔ مؤلف نے اپنی موضوع کی تشریحات و توضیحات کے لیے مسئلہ وحدت الوجود کو اپنی فکر کی بنیاد بنایا ہے۔ واقعہ معراج کی وضاحت سے پہلے تمہیدًا اور وضاحتًا اس مسئلہ کے تمام مضمرات سے مختصر لیکن جامع بحث کی ہے۔ اس سلسلے کی بنیادی اور اہم ترین کڑی توحید اور حقیقتِ محمدیؐ ہے۔ مؤلف نے اس کی تفہیم میں بکمال عرفان کام لیا ہے۔ اندازِ بیان نہایت جاذب اور شستہ ہے ہر نکتہ کی وضاحت میں نصِ قرآنی اور احادیث سے استنباط کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بات بڑی معتبر بن گئی ہے مطالب اور معانی کی وضاحت میں جو امثال پیش ہوئی ہیں۔ نہایت جاذب اور برجستہ ہیں دلائل کا انداز اتنا مؤثر ہے کہ قیل و قال کی گنجائش بے دست و پا ہو جاتی ہے۔

توحید اور حقیقتِ محمدیؐ کی وضاحت کے لیے مراتبِ ظہور یا تنزلاتِ ستہ کا جامع بیان ہے۔ کیونکہ ان مراتب کے ادراک کے بغیر حقیقتِ محمدیؐ کو سمجھنا دشوار ہے یہ مراتب تصوف اور وحدت الوجود کی بنیاد ہیں۔ اس کے بیان میں مؤلف نے قاری کو اصطلاحات کے چیستان میں الجھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ واضح اور سریع الفہم انداز میں نہایت اثر انگیز مثالوں کے ذریعہ مطالب کی وضاحت کی ہے ساتھ ہی آیۂ کریمہ اور احادیث سے استنباط بھی پیش کرتے گئے ہیں جس کی وجہ سے بیان میں تاثیر دو چند ہو گئی ہے۔

ذات کے ظہور کو مراتبِ ستہ تا مراتبِ ظہور کہتے ہیں۔ یہ مراتب دو بنیادی درجوں پر مشتمل ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مراتبِ الٰہیہ: اس کے تین مراتب ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) احدیت یا یاہوت: یہ مقام لاتعیّن ہے جہاں ذات تمام قیود اور تعینات سے منزہ ہے

(۲) وحدت یا لاہوت: یہ مرتبہ ذات کا تعیّن اول ہے اسی مرتبہ کو حقیقت محمدیؐ کہا جاتا ہے

(۳) واحدیت یا جبروت: یہ مرتبہ ذات کا تعیّن ثانی ہے۔ یعنی تعیّن اول میں جو کچھ بالاجمال تھا یہاں بالتفصیل ہوا۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات وصفات اور تمام موجودات کو تفصیلی طور پر بعض کو بعض سے امتیاز کے ساتھ جان لینا ہے۔

(۲) مراتب کونیہ: اس کے بھی تین مراتب ہیں:

(۱) عالم ارواح یا ملکوت: یہ مرتبہ تشبیہہ یا خارجی وجود کا ہے۔

(۲) عالم مثال: یہاں افراد عالم عنصریہ بدنی تعلقات سے رہائی پاتے ہیں اور جسم مثالی کے ساتھ ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ ان کو لذت والم کا ادراک بھی ہوتا ہے۔ یہ بے تعلقی موت سے مراد ہے۔ جسم سے جدائی کے بعد روح اس برزخ میں قیام کرتی ہے۔

(۳) عالم حسن وشہادت یا ناسوت: اس کا نام اجسام بھی ہے۔ یہاں تجزیہ وتقسیم ممکن ہے۔ اس کو جمادات، حیوانات اور نباتات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ تمام عناصر یہاں پیراہن جدید پہن لیتے ہیں اور مادی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

ساتواں مرتبہ حضرت انسان ہے جو مرتبۂ جامع ہے۔ انسان خاتم ظہور ہے۔ تمام مراتب کا جامع ہے۔

مراتب ظہور کا یہ بہت اجمالی خاکہ ہے۔ اگرچہ اس کی شقیں بے شمار ہیں۔ مؤلف نے مسئلہ کو اختصار کے طور پر ذہن نشین کرنے کے لیے اس کی روح پیش کی ہے۔

مراتب ظہور کا ساتواں مرتبہ حضرت انسان ہے جس نے فکر اقبال کو ایک موقع پر سرگشتہ کردیا تھا وہ واشگاف طور پر اصل حقیقت کا اظہار نہ کرسکے "ضرب کلیم" میں "آدم" کے زیر عنوان ایک قطعہ میں اپنے فکری استعجاب کا اظہار کرتے ہیں:

طلسم بود و عدم جس کا نام ہے آدم
خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پہ سخن
زمانہ صبح ازل سے رہا ہے محوِ سفر
مگر یہ اس کی تنک دوی سے ہو سکا نہ کہن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر نہ ہو تجھے اُلجھن تو کھول کر کہہ دوں

وجودِ حضرتِ انساں نہ رُوح ہے نہ بدن

علامہ نے آدم کو "خدا کا راز" بتانے پر اکتفا کیا اور قاری کی اُلجھن کے خیال سے کھول کر صرف یہ کہہ سکے کہ "وجودِ حضرتِ انساں نہ رُوح ہے نہ بدن" چنانچہ قاری کے ذہنوں میں استفہام بدستور قائم رہا۔

مراتبِ ستّہ کے ہر مرتبہ کے متعدد نام ہیں اور ہر نام تشریح کا متقاضی ہے اور ہر ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ فاضل مؤلف نے تمام الفاظ کی تشریح نہیں کی۔ اہمیت کے لحاظ سے صرف ایک لفظ کی تشریح بیان کی ہے کیونکہ یہ توحید کو سمجھنے میں بہت ضروری ہے اور وہ اصطلاح "اعیانِ ثابتہ" کی ہے۔

یہ لفظ مراتب الٰہیہ کے تیسرے مرتبہ "واحدیت" کا ہم معنٰی ہے اور مراتب الٰہیہ کا تعینِ ثانی جہاں حقائق موجودات علمِ الٰہی میں مفصل ہوتے ہیں لیکن وجودِ خارجی سے ابھی معرّا رہتے ہیں۔ ان علمی صورتوں کو "اعیانِ ثانیہ" کہتے ہیں یہ حالت "کُن" سے پہلے کی ہے۔ کُن کہنے سے ہی علمی صورتیں ظاہر ہوگئیں۔

واقعہ معراج کے صحیح ادراک کے لیے توحید یا وحدت الوجود کی اہم ترین اصطلاحات تنزیہ اور تشبیہ کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ فاضل مؤلف نے اس کی وضاحت بہت جامع انداز میں پیش کی ہے۔ ان کے اسلوب کا بھرپور انداز ایسا اثر انگیز ہے کہ قاری کے ذہن کی تمام اُلجھنیں دور ہو جاتی ہیں اور جو بات وہ بتانا چاہتے ہیں ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ تنزیہہ اور تشبیہہ کے فرق کو مزید واضح کرنے کے لیے جو مثالیں پیش کی جاتی ہیں وہ خود مؤلف کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے "خوشبو ایک غیر مرئی بسیط چیز ہے نہ اس کو صحیح طور سے بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی نوعیت اور خصوصیت کے بارے میں کچھ کہا جا سکتا ہے۔ جب تک وہ خوشبو کسی خاص شئے سے منسوب نہ کی جائے جب یہی خوشبو گلاب و یاسمین، عطر و عود، مشک و عنبر وغیرہ کے تعیّن میں آتی ہے اسی وقت ہمارے فہم میں آتی ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ خوشبو جب تک کوئی تعین اختیار نہیں کرتی ہم اسے سمجھنے سے قاصر ہیں ــــ یہی تنزیہہ اور تشبیہہ کا فرق ہے" (ص ۸۶)

دوسری مثال دیکھئے: "جب کوئی خیال ہمارے ذہن میں آتا ہے تو اس کی کوئی شکل و صورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہوتی نہ اس کی کوئی زبان ہوتی ہے۔ اس خیال کو تقریر یا تحریر کی گرفت میں لانے کے لیے ہمیں الفاظ کا سہارا لینا ہوتا ہے۔ الفاظ خیالات کی گویا صورت ہیں اس لیے خیال تنزیہہ اور الفاظ تشبیہہ بس معنی و حقیقت کو بغیر لفظ و صورت اور لفظ و صورت کو بغیر معنی و حقیقت ظہور و وجود نہیں۔ نہ مطلق کو بغیر مقید آرام اور نہ مقید کو بدون مطلق قرار ہے" (ص ۷۸)

کتنی اثر انگیز مثالیں ہیں۔ مؤلف کے قلم کا یہ اعجاز ہے جو دلوں کی کشود کرتا ہوا صفحۂ قرطاس پر نسیم بادِ صبح گاہی کے جھونکوں کی طرح گزرتا چلا جاتا ہے۔ اتنے دقیق مسائل کتنی آسانی سے قاری کی ذہنی گرفت میں آجاتے ہیں۔

اسی سلسلے میں اسماء و صفات الٰہیہ کی بحث ہے۔ اس کی بنیادی تعریف اور اقسام بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ لیکن یہاں بھی اس کی توضیحات میں کہیں الجھاؤ پیدا نہیں ہوا۔ خیال کا ابلاغ مکمل کارفرما رہتا ہے

کتاب میں بشریت رسولؐ کی بحث بڑی پُرمغز چھیڑی گئی ہے۔ قرآنی آیات میں جن تین مقامات پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اقتباس پیش کرنے کے بعد ان آیات کی تاویل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان آیات میں جو خصوصیت سے قابل توجہ بات ہے وہ یہ ہے کہ تینوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "قُل" (کہہ دو اے محمدؐ) یعنی نہ اس نے آپؐ کو بشر کہا ہے اور نہ ہمیں اس کی اجازت دی ہے بلکہ اس انداز سے کہا ہے کہ تم ایسا کہہ دو یہی خصوصیت دراصل آپؐ کو اس عام سطح سے بلند کر دیتی ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حاکم وقت عوام سے کہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں یا کسی نائب کو کسی جگہ بھیجتے وقت یہ کہے کہ تم وہاں خود کو لوگوں کا خادم سمجھنا۔ اس قول سے نہ تو حاکم وقت کی مراد حقیقی خادم سے ہے اور نہ عوام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اسے حقیقتاً خادم سمجھیں۔ یہ ایک انداز عجز و انکسار ہے جو درحقیقت کردار کا بہت اہم پہلو ہے یہ کہہ دینے سے کہنے والا مزید بلند و بالا ہو جاتا ہے۔ صرف حضورؐ کے اس فرمان سے ہم بھی آپؐ کو اس انداز سے مخاطب کرنے لگیں تو یہ گستاخی اور تنقیص شان ہو گی۔" (ص۔ ۱۲۲)

اپنے دلائل کو چند اہم ترین احادیث کے استنباط کے جلو میں مزید تابناک بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں جیسے "کنت نبیًا آدمَ بَیْنَ الماء والطین"۔ (میں اس وقت بھی نبی تھا جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے) دوسری اہم حدیث ہے۔ "من رانی فقد رانی الحق" (جس نے مجھے دیکھا اس نے بالتحقیق اللہ کو دیکھا) پھر ایک دوسری اہم حدیث ہے "انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری" (میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام خلق میرے نور سے پیدا ہوئی ہے)۔

فاضل مولف یہ مشہور حدیث "لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ الملک مقرب ولا نبی مرسل"۔ (اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے جہاں نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے نہ نبی مرسل) نقل کرنے کے بعد جو دلیل پیش کرتے ہیں اس کی اثر انگیزی ملاحظہ ہو "اس حدیث مبارکہ میں ایک نکتہ یہ ہے کہ آپ کا ارشاد ہے کہ کوئی نبی مرسل بھی اس مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ نبی و رسولؐ آپؐ خود بھی تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی بھی رسائی وہاں بحیثیتِ رسول نہیں تھی بلکہ یہ وہ مقام ہے جہاں آپؐ عین حق تھے۔ حق ہی حق کے پاس تھا نہ کہ کوئی دیگر خواہ وہ نبی ہو یا رسولؐ یا فرشتے"۔ (ص ۳۳)

اس سلسلے میں اس آیۃ کریمہ "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" کی تفسیر معرکۃ الآراء انداز میں پیش کی گئی ہے۔ جس کے بعد رسولؐ کی معنوی حیثیت بہت واضح ہو جاتی ہے، اس آیۂ کریمہ کے ایک لفظ "ارسلناک" کی تاویل ملاحظہ ہو "تیسرا لفظ ہے "ارسلناک" قرآن پاک میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے یعنی "میں نے بھیجا" اور اسی سے مشتق ہے لفظ رسول، یعنی بھیجا ہوا یا بھیجا گیا۔ یہ امر غور طلب ہے کہ بھیجنے سے پہلے بھیجی جانے والی چیز اس جگہ ہونا چاہیے جہاں بھیجنے والا ہے۔ جیسے ہم کہیں ہم نے ایک کتاب بھیجی تو بھیجنے سے پہلے اس کتاب کا ہمارے پاس ہونا لازم ہے یہاں بھیجنے والی وہ ذات احدیت ہے اور بھیجی جانے والی چیز ہستی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ یعنی وہ رسول ہیں (بھیجے ہوئے اللہ کے) ظاہر ہے وہ ذاتِ احدیت لامکاں میں ہے۔ ثابت ہوا بھیجی جانے والی چیز یعنی حضورؐ پاک ذاتِ گرامی بھی لامکاں میں تھی۔ جہاں سے وہ دوسری جگہ بھیجی گئی (یہاں مراد عالم ناسوت ہے) یہ حقیقت شک و شبہ سے بالا ہے کہ لامکاں یا مقامِ احدیت میں دوسرا کوئی وجود نہیں تھا۔ سوائے اس ذات بے چون و بے چگون کے جہاں وہ اپنی انانیت میں محو ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث شریف میں ہے "کان اللہ ولم یکن مع شیئ"، یعنی تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی شئے" اگر حق اور حقیقت محمدیؐ میں عینیت نہ تسلیم کی جائے تو لامکاں میں دو وجود کا ہونا لازم آئے گا جو اس کی شانِ احدیت کے منافی ہے پھر بھیجنے اور بھیجے جانے والے میں تفریق کیسی؟ جب ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہے "الآن کما کان" (یعنی وہ جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے) اس عقدے کو حل کرنے کے لیے عینیت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ وہی ذات مقامِ احدیت سے نزول کرکے شکل محمدؐ میں ظاہر ہوئی۔ یعنی اس نے محمدؐ کا تعین اختیار کرکے خود ہی ظہور فرمایا۔ اس تعین اور نزول سے اس ذات میں کوئی فرق نہیں ہوا وہ اپنی جگہ ویسی ہی ہے"۔ (ص ۳۹-۴۰)

حاصل کلام یہ ہے کہ توحید ذات اور حقیقت محمدیؐ کے صحیح ادراک ہی پر معراج کی حقیقت کا ادراک منحصر ہے۔ چنانچہ فاضل مولف نے بڑی عارفانہ بصیرت کے ساتھ اس کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ جس سے واقعہ معراج کے تمام ابہامات اور اسرار تحلیل ہو جاتے ہیں اور حقیقت منکشف طور پر نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس پس منظر میں واقعۂ معراج کی طرف رجعت کرتے ہوئے اس کی حقیقت کا اظہار ایک بھرپور جملے میں اس طرح فرماتے ہیں "ایک ہی ذات کا ظہور سے بطون کی طرف سفر معراج ہے"۔ (ص ۱۷۲)

احادیث کی روشنی میں اسراء معراج کی تاویل اس طرح پیش کرتے ہیں:۔

۱۔ شق صدر: علمائے حق سے اتفاق کرتے ہوئے شق صدر سے مراد شرح صدر لیتے ہیں۔ اور نص قرآنی اور احادیث سے استنباط کرتے ہیں۔

۲۔ براق: کسی جانور پر سوار ہونے کی تردید سورہ شعراء کے حوالے سے کرتے ہیں سبحٰن الذی اسراء بعید ہ" کی تاویل موصوف نے یہ کی ہے کہ خدا خود ساتھ لے گیا خدا کسی سواری کا محتاج نہیں اس سے مراد براق کی سی تیز رفتاری ہے کیونکہ براق کا مادہ برق ہے چنانچہ یہ سفر آنِ واحد میں طے ہوگیا۔ دوسری توجیہہ آپؐ کی براق پر سوار ہونے کی یہ ہے کہ آپؐ کی جہت حقی کا غلبہ آپؐ کی جہت بشری پر ہے۔

۳۔ دودھ اور شراب: حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کو دو پیالے پیش کیے ایک میں دودھ تھا دوسرے میں شراب، آپؐ نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ فاضل مؤلف نے دودھ اور شراب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے مراد لطافت اور کثافت لی ہے ۔

۴ ۔ **آسمانوں کا سفر :** روایت کے بموجب حضرت جبرائیل آپؐ کو لے کر آسمانوں پر گئے ۔ عرفا نے ظہور ذات کے سات مراتب مقرر کیے ہیں جسے تصوف کی اصطلاح میں مراتب ستہ کہتے ہیں چنانچہ معراج میں سات آسمانوں پر حضورؐ کے تشریف لے جانے کا جو ذکر ہے عرفا کے نزدیک یہی سات مراتب ہیں نص قرآنی سے بھی اس کا جواز پیش کیا گیا ہے ۔

۵ ۔ **کوثر :** اس کی طویل عارفانہ تشریح کی گئی ہے اکابر علماء اور صوفیا کی آراء بھی پیش کی گئیں ہیں ۔

۶ ۔ **جنت و دوزخ :** جنت و دوزخ کی نہایت مشرح صوفیانہ انداز میں توضیح پیش کی گئی ہے ۔

قرآن کی روشنی میں اسراء معراج کی توضیحات کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں : " ذات نے اپنے پہچانے جانے کے لیے نزول کیا اور تعیّن اول میں حقیقت محمدیؐ کی شکل میں اور پھر ساری کائنات میں وہ بہ تقیدؐ اور بہ تعیّن جلوہ گر ہوا ۔ کسی وقت اس تعیّنِ اول یعنی حقیقت محمدی نے اپنی اصل کی طرف یعنی احدیت کی طرف رجوع کیا ۔ یہ عروج کرنے والی ذات کوئی دوسری ، کوئی غیر نہیں ۔ وہی وجود ہے ۔ حقیقتِ محمدیؐ برزخ کبریٰ ہے ۔ اس کی ایک جہت احدیت کی طرف توجہ معراج ہے " ۔ (ص ۲۱۵)

اس صدی کے بہت بڑے فقیہہ اور محدث حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی جو امام اہل سنت کے لقب سے ملقب ہیں ۔ اسی خیال کے موید تھے ۔ اپنے مشہور قصیدۂ معراجیہ میں ایک مقام پر اس طرح اس خیال کا اظہار کرتے ہیں ؎

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

اس کے بعد سورۂ اسراء کی آیات کے ٹکڑوں کی علیحدہ علیحدہ مفصل طور پر بصیرت انگیز تشریح پیش کی گئی ہے اور مختلف روح پرور نکات اخذ کیے گئے ہیں ۔

اسی ضمن میں سورہ نجم کی صوفیانہ تفسیر ہے ۔ اس سورۃ میں بھی معراج کی طرف اشارے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن رموز و ابہام میں۔ فاضل مؤلف نے ان رموز کی گرہ کشائی عارفانہ انداز میں کی ہے اور بڑے بلیغ نکتے بیان کیے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اکابر شیوخ کی تفاسیر بھی پیش کی ہیں۔

"ضربِ کلیم" میں علامہ اقبال کا ایک قطعہ "معراج" کے عنوان سے ہے اس کا آخری شعر یہ ہے ؎

تو معنیٔ والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

اس شعر کے مصرعِ اولیٰ کا متاسفانہ اسلوب غماز ہے کہ علامہ بھی "نجم" سے مراد وہی لیتے ہیں جو صوفیائے برحق کی تھی یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، لیکن مصرعِ ثانی میں چاند کے استعارے نے ان کے خیال میں تعقید پیدا کر دی ہے۔

اسی سورۃ میں "قاب قوسین او ادنیٰ" کی تفسیر بھی صوفیانہ انداز میں تفصیل سے پیش کی گئی ہے۔ صوفیہ کے نزدیک مراتبِ الٰہیہ کا دوسرا مرتبہ وحدت یا حقیقتِ محمدیؐ ہے یہ مرتبہ احدیت اور واحدیت کے درمیان برزخ جامع ہے۔ یعنی بطون کی طرف توجہ ہے، تو احدیت ہے اور ظہور کی طرف اگر توجہ ہے تو وہ واحدیت ہے۔ چنانچہ اسے برزخ کبریٰ بھی کہتے اور اس کا ایک نام قاب قوسین بھی ہے۔

فاضل مؤلف نے وجود کو ایک دائرے کی شکل میں سمجھایا ہے جس سے عروج و نزول کی اصطلاحات بہ آسانی سمجھ میں آجاتی ہیں۔ دائرے کی عروجی قوس، قوس احدیت ہے۔ اور نزولی قوس واحدیت ہے اور یہ دونوں قوسین ایک ہی خط پر ملتی ہیں۔ جو مقام قاب قوسین یا حقیقت محمدیؐ ہے۔

ایک نہایت نازک اور حساس بحث حقیقتِ وحی اور حقیقتِ جبرئیل بھی چھیڑی گئی ہے صوفیائے کرام کا عقیدہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جہت الوہیت اور احدیت ہے اور دوسری جہت عبودیت اور بشریت ہے۔ جب آپؐ جہت احدیت سے وابستہ ہوتے تو جو کچھ زبان مبارک سے صادر ہوتا وہ کلام اللہ ہوا، اور جب جہت بشریت کی طرف متوجہ ہوتے تو جو کچھ فرماتے وہ حدیث کہلاتی ہے۔ جب آپؐ بشریت کے لباس میں ہوتے تو ایک کیفیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ صلعم کو الوہیت کی خبر دیتی اسی کیفیت کا نام جبرئیل ہے یہ دونوں حالتیں نبی کی داخلی کیفیات ہیں اس خیال کا جواز صوفیائے کرام اس حدیث سے پیش کرتے ہیں۔ لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملک مقرب" ولا نبی مرسل" مولانا جلال الدین رومی بھی اسی خیال کے مبلغ تھے۔ امام غزالی کا بھی یہی خیال تھا۔

واقعہ معراج کے سلسلہ میں "مشاہدۂ حق" کی بحث ایک علیحدہ عنوان کے تحت کی گئی ہے۔ موصوف نے اس کے اثبات میں جو حدیثیں پیش کرکے بڑے موثر دلائل سے کام لیا ہے۔ پہلی حدیث یہ ہے "من رانی فقد راء الحق" (جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا)، دوسری رایت ربی بربی (میں نے رب کو رب ہو کر دیکھا) ہے۔

"مشاہدۂ حق" کے باب پر کتاب کا اصل موضوع ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد ضمیمہ ہے جو معراج کے موضوع سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن اپنی احادیث کے لحاظ سے اہم ہے۔

بنیادی طور پر واقعہ معراج کی تشریح و توضیح وحدت الوجود کے پس منظر میں نادر خیال نہیں۔ اکابر صوفیا کا یہی مسلک ہے خود فاضل مؤلف نے اپنی کتاب میں کے دیباچے میں اس کا اعتراف کیا ہے لیکن علمائے حق نے ان اسرار کو ہمیشہ پوشیدہ رکھا۔ اس کے اظہار میں بہت محتاط رہے اگر اظہار کیا بھی تو اشاروں کنایوں میں۔ ان بزرگوں کے ملفوظات میں اکثر یہ اشارے دیکھے جا سکتے ہیں لیکن اصل تعلیم وہ خانقاہوں میں اپنے خلفاء کو علم سینہ کے تحت دیا کرتے تھے لہذا تصوف کی کسی کتاب میں یہ مسئلہ مربوط طور پر پیش نہیں کیا گیا۔ اس حقیقت کو پردۂ راز میں رکھنے میں کیا مصلحتیں تھیں۔ عقل سمجھنے سے قاصر ہے جبکہ مسئلہ وحدت الوجود قرآن اور احادیث سے متصادم نہیں۔ سوائے اس کے کہ معاشرے میں فساد سے بچنے کے لیے ان بزرگوں نے اخفا کا طریقہ اختیار کیا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس مسئلہ کے صحیح خط و خال سامنے نہیں تھے لہذا مفتیانِ شرع متین نے طرح طرح سے اس کی تاویلیں کیں اور الحاد و زندقہ کے الزامات لگائے لیکن علمائے حق نے اس کی تردید میں خاموشی اختیار کی اگرچہ حقیقتاً یہ راز، راز نہیں رہا تھا۔ بلند تر ذہنی سطح کے انسانوں پر یہ راز منکشف ہو چکا تھا۔ خاص طور پر جب فارسی کی کلاسکی شاعری نے اس کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا تو چند عظیم شعرا کی ندرت فکر نے اس کو فکری سطح پر عام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کردیا جیسے عطارؔ، رومیؔ، عراقیؔ اور مولانا جامیؒ محمود شبستری نے تو اپنی شہرہ آفاق مثنوی گلشن راز میں ان رموز کو تفصیل سے بیان کردیا ہے ۔ لیکن باوصف اس کے جو فرق نظم اور نثر میں ہوتا ہے وہ موجود ہے کیونکہ استعارات اور کنایات کے پردے پھر بھی پڑے رہتے ہیں ۔ فاضل مولف کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ ایک مضبوط نظام فکر کے ساتھ توحید اور حقیقت محمدیؐ کی توضیحات اور تشریحات مدلل انداز میں پیش کردی ہیں ۔

ہر نکتہ کی توضیح نصِ قرآنی اور احادیث سے استنباط کرکے معتبر کی گئی ہے اسلوب بیان نہایت دلکش اور روشن ہے ۔ زبان رواں اور شستہ ، مغلق اصطلاحات سے عبارت معرا ہے ۔ ایک اوسط دل و دماغ کا قاری بھی بہ آسانی مطالب سمجھ سکتا ہے ۔ یہ مؤلف کا اعجاز بیان ہے کہ دقیق مسائل کا ابلاغ نہایت کامیاب اسلوب میں کیا گیا ہے ۔

وہ گنج ہائے گراں مایہ جو مقبلانِ حق کے سینوں میں مدفون تھے ، فاضل مؤلف کے خامۂ حقیقت رقم نے سفینۂ قرطاس پر بکھیر کر اصل توحید کے رخ پر نور کو بے نقاب کردیا جو واقعی بقول خود مؤلف جرأت مندانہ ہے ۔ جبکہ یقیناً انہیں اس بات کا علم ہوگا کہ بقول صائب تبریزی

گفتارِ صدق مایۂ آزار می شود
چوں امر حق بلند شود دار می شود

© rasailojaraid.com